پروفیسر حافظ نذر احمد
پرنسپل شبلی کالج، لاہور

چاہِ یوسفؑ کی صدا

آ رہی ہے چاہِ یوسفؑ سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

ارضِ مقدس (فلسطین) کا یہ کنواں "چاہِ یوسفؑ" اور "چاہِ کنعان" دو ناموں سے مشہور ہے۔ یہ تاریخی کنواں کبھی کا خشک ہو چکا ہے۔ توریت مقدس کا بیان ہے کہ جب ننھے یوسفؑ کو کنوئیں میں گرایا گیا اس میں پانی نہ تھا لیکن اس کنوئیں کی عظمت اس کے پانی سے نہیں بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ایک گونہ نسبت کے سبب سے ہے۔

چاہِ یوسفؑ کے محلِ وقوع اور حالات و کوائف کے مطالعہ سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کا مطالعہ کر لیا جائے۔ چونکہ یہ کنواں انہی کی نسبت سے مشہور ہوا۔ ورنہ کنوئیں میں کیا اور کوئی ایسی انفرادی خصوصیت نہیں جو اس کی شہرت کا باعث ہوتی۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے، نبیؑ کے بیٹے، نبیؑ کے پوتے اور نبیؑ کے پڑپوتے تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام تھا، دادا کا نام حضرت اسحٰق علیہ السلام اور پڑدادا کا اسم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام تھا۔ یہ خاندان ہی انبیاء کا خاندان تھا۔ اس خاندان میں حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ (علیہم السلام) جیسے جلیل القدر نبی ہوئے ہیں۔ ان سب پر اللہ کا درود و سلام ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے گرامی قدر والد حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب "اسرائیل" تھا۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں عبداللہ۔ یعنی اللہ کا بندہ۔ ان کے اسی لقب کی نسبت سے ان کی اولاد کو "بنی اسرائیل" کہا جاتا ہے یعنی اولادِ یعقوبؑ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا زمانہ ۱۸۰۰ تا ۱۹۰۰ قبل مسیحؑ متعین کیا گیا ہے۔ وطن جدون تھا۔ اس قصبہ کا دوسرا نام "الخلیل" ہے۔ کیوں نہ ہو "خلیل اللہ" کی ولادت کی نگری ہے۔ یہ بستی ارضِ مقدس کے مشہور شہر بیت المقدس کے قریب ہی واقع ہے۔ چار ہزار سال پرانی یہ بستی آج موجود ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پیاری عادات، موہنی صورت اور عمر میں سب سے چھوٹے ہونے کے سبب سب کے منظورِ نظر تھے۔ خصوصاً حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے اس بچہ سے بے پناہ محبت تھی۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی ان سے جلنے لگے۔ یوں بھی بن یامین کے سوا ان کا کوئی حقیقی بھائی نہ تھا اور سوتیلے بہن بھائی اکثر رقابت کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔ پھر حضرت یوسفؑ کے خوابوں نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ انہوں نے ننھی عمر ہی میں کچھ خواب دیکھے جو ان کے روشن مستقبل کا پتہ دے رہے تھے۔ ان کی تعبیر سے سوتیلے بھائیوں کے دلوں میں حسد کی آگ اور بھڑکی۔

برادرانِ یوسفؑ کی سازش: یوسف علیہ السلام

جیسے معصوم پیارے بھائی کے خلاف ان لڑکوں نے ایک خوفناک سازش کی۔ سب مل کر باپ کے پاس گئے اور یوسفؑ کو جنگل ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی۔ کہنے لگے ہم بھیڑ بکریاں چرائیں گے، شکار کریں گے، یوسفؑ ہمارے ساتھ کھیلیں گے، خوب تفریح رہے گی۔

حضرت یعقوبؑ کی دُوربیں نگاہیں گویا آنے والے حادثات کو دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے "برادرانِ یوسفؑ" کی درخواست قبول کرنے میں پس و پیش کیا لیکن بیٹوں کے مسلسل اصرار اور حفاظت کے پختہ وعدوں پر بادلِ ناخواستہ راضی ہو گئے اور یوسفؑ کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔

گھر سے نکل کر یہ لوگ دریائے اردن کے کنارے پہنچے۔ جنگل میں "دوتین" شہر کے قریب انہوں نے حضرت یوسفؑ کے قتل کا منصوبہ بنانا چاہا۔ روبن کی سخت مخالفت کی۔ اس نے مشورہ دیا کہ یوسفؑ کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگیں اور اس کا خون اپنے ذمّہ نہ لیں بلکہ کنوئیں میں دھکا دے دیں۔ ہو سکتا ہے کوئی راہ چلتا مسافر نکال کر یہاں سے دُور لے جائے۔ اس طرح یہ کانٹا راستے سے ہٹ جائے گا اور اس کا خون بھی سر نہ چڑھے گا۔

روبن کی تجویز ان کی سمجھ میں آ گئی۔ پہلے انہوں نے "بوقلمونی قبا" یوسفؑ کے جسم سے زبردستی اتاری، پھر کنوئیں میں دھکا دے دیا۔ یہ قبا حضرت یعقوبؑ نے خاص طور پر ان کے لیے تیار کروائی تھی۔ یوسفؑ کو کنوئیں میں گرا کر وہ اپنی جگہ بالکل مطمئن ہو گئے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ آج جسے اپنی راہ کا کانٹا سمجھ رہے ہیں کل وہی ان کا محسن ہوگا اور پورے خاندان کو فقر و فاقہ سے نجات دلائے گا۔

چاہِ یوسفؑ کی تحقیق

قرآن مجید میں اس کنوئیں کا ذکر موجود ہے۔ عربی زبان میں کنوئیں کو "بئر" اور "جب" کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں اس کنوئیں کے لیے لفظ "جب" ہی آیا ہے۔ ارشاد ہے: قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ۔

ترجمہ: ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یوسفؑ کو قتل نہ کرو بلکہ اُسے کنوئیں میں گرا دو۔

(سورہ یوسف ۱۲ : ۱۰)

لفظ "جب" کے دو معنی ہیں (۱) جڑ سے کاٹ دینا (۲) کنواں۔ یہاں یہ لفظ اپنے دوسرے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ دراصل "جب" ایسے کنوئیں کو کہتے ہیں جس کی منڈیر اینٹوں وغیرہ سے باقاعدہ نہ بنائی گئی ہو اور اس کی گہرائی بہت زیادہ ہو۔ جس کنوئیں کی منڈیر اور دیواریں ہوں اسے عربی میں "بئر" کہتے ہیں۔ (مفردات القرآن۔ راغب)۔

اس کنوئیں کا محلِ وقوع جاننے کے لیے ذرا اس کے گرد و پیش پر نظر ڈال لیجیے۔ بیت المقدس فلسطین کا مرکزی شہر ہے۔ ارضِ مقدس کے اس شہر سے کوئی پچیس میل کے فاصلے پر دریائے اُردن بہتا ہے۔ یہ دریا اس قدر اہم ہے کہ اس کی نسبت سے پورے ملک کا نام ہی شرقِ اُردن پڑ گیا۔ یہی وہ دریا ہے جس پر حضرت مسیح علیہ السلام نے اصطباغ (بپتسمہ) لیا تھا۔

دریائے اُردن کے کنارے طبریہ سے دمشق کو جاتے ہوئے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر چاہِ یوسفؑ کا مقام آتا ہے۔ طبریہ فلسطین کا ایک تاریخی شہر ہے اور دمشق ملک شام کا دارالخلافہ ہے۔ طبریہ کے دوسری سمت فلسطین کی ایک دوسری قدیم ترین بستی ناصرہ واقع ہے اسے انگریزی میں NAZARATH "نزرات" کہتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت

ہوئی تھی۔ اسی نسبت سے انہیں "مسیح ناصری" کہتے ہیں اور ان کے ماننے والے عیسائی اور مسیحی کے علاوہ "نصرانی" اور "نصاریٰ" بھی کہلاتے ہیں۔

یہ کنواں آبادی سے دور جنگل بیابان میں تھا جیسا کہ بائبل کے اس بیان سے واضح ہے:

"اور ان سے کہا۔ خونریزی نہ کرو لیکن اسے کنوئیں میں ڈال دو جو بیابان میں ہے۔"
(کتاب پیدائش ۳۷: ۱۹، ۲۰)

اسی کتاب پیدائش کے باب ۳۷ کی آیت ۲۴ کا بیان ہے۔ "اسے پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ وہ کنواں سوکھا تھا۔ اس میں پانی کی بوند نہ تھی۔"

ہمارے اکثر مفسرین کرام نے اس بیان سے اختلاف کیا ہے۔

چاہِ یوسف کا تذکرہ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنی سیاحت کے دوران اس کنوئیں کی زیارت کی تھی۔ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق یہ کنواں ایک رہگذر پر تھا اور اگلے وقتوں میں کنوئیں عام طور پر راستوں پر ہی بنائے جاتے تھے تاکہ مسافروں کو پانی کی سہولت رہے۔ چنانچہ قافلے عام طور پر کاروان سراؤں کے علاوہ کنوؤں پر بھی پڑاؤ ڈالتے تھے۔

مشہور مفسر امام نسفی نے اپنی کتاب "مدارک التنزیل" میں لکھا ہے کہ یہ کنواں حضرت یعقوبؑ کے گھر سے تین فرسخ یعنی تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر تھا اور اس وقت کنوئیں میں پانی موجود تھا۔ چنانچہ بھائیوں نے جب حضرت یوسف کو کنوئیں میں گرایا تو انہوں نے منڈھ پر پناہ لی اور کنوئیں میں سیدھے کھڑے ہو گئے۔

حضرت یوسفؑ کنوئیں میں

جب بھائی یوسفؑ کو جنگل ساتھ لے کر چلے تھے انہوں نے باپ سے حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور بڑی بڑی قسمیں کھائی تھیں۔ لیکن نیت بد تھی اور ان کے عمل کی حیثیت ایک فریب سے زیادہ کچھ نہ تھی۔

وہ حضرت یوسفؑ کو کھیل کود اور شکار کے بہانے "دوتھین" کے جنگل میں لے آئے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں انہوں نے یہاں پہنچ کر قتل کر ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ خدا بھلا کرے روبن کا کہ اس نے انہیں اس ارادہ سے روکا۔ اس کے سمجھانے پر انہوں نے کنوئیں میں گرا دینے کا فیصلہ کیا۔ جیسا کہ ہم ابتداء میں کہہ چکے ہیں پہلے انہوں نے حضرت یوسفؑ کی بوقلمونی قبا اتاری پھر اس سے باندھ کر کنوئیں میں دھکا دے دیا۔

حضرت یوسفؑ کی عمر کا یہ ابتدائی حصہ تھا۔ بائبل کی روایت کے مطابق اس وقت ان کا سن سترہ برس کا تھا۔ (ملاحظہ ہو "توراۃ مقدس" کتاب پیدائش باب ۳۷: ۲)

معلوم نہیں معصوم اور بے گناہ یوسفؑ کے دل پر اس وقت کیا گزری ہوگی؟ اور ان کے من میں کیا کیا خیال آئے ہوں گے؟ عین اس مایوسی اور غم کے عالم میں اللہ پاک نے انہیں تسلی دی جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

"ہم نے یوسف کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تم ان بھائیوں کو یہ بات جتلاؤ گے اس وقت ان کو پتہ بھی نہ ہوگا۔" (سورہ یوسف: ۱۵)

چاہِ یوسف پر قافلہ کا گزر

حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالنے والا قافلہ کن لوگوں کا تھا؟ یہ مسافر کہاں سے آ رہے تھے؟ اور کدھر جا رہے تھے؟ یہ تمام سوال جواب طلب ہیں۔

ہو سکتا ہے اس وقت قافلہ کی آمد کو محض حسن اتفاق سمجھا جائے۔ نہیں، یہ اللہ کی مشیت تھی۔ قافلہ کو یہاں پہنچا کر یوسف نبی کو بچانا مقصود تھا اور آگے چل کر ان

کے ذریعے کئی قوموں کی تقدیر بدلنی تھی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اپنی قدرتِ کاملہ سے ایسے "حسنِ اتفاق" ظاہر کر دیا کرتے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے انسان کو کسی حال میں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

اس سلسلہ میں بائبل کا بیان ہے کہ جب بھائیوں نے ایک قافلہ اس طرف آتے دیکھا تو یوسفؑ کو فروخت کرنے کی سازش کی اور آپس میں یوں کہنے لگے:

آؤ اسے اسمٰعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں کہ ہمارا ہاتھ اس پر نہ اٹھے۔ کیونکہ وہ ہمارا بھائی اور خون ہے (بھلا یہ کس برادرانہ شفقت کا مظاہرہ ہے) اس کے بھائیوں نے اس کی بات نہ مانی۔ مدیانی سوداگر ادھر سے گزرے تب انہوں نے یوسفؑ کو گڑھے سے کھینچ کر باہر نکالا اور اسے اسمٰعیلیوں کے ہاتھوں بیس روپیہ میں فروخت کر ڈالا اور وہ قافلے والے یوسف کو مصر لے گئے۔ جب روبن گڑھے پر آیا تو اس نے دیکھا کہ یوسفؑ گڑھے میں نہیں ہے تو اس نے اپنا پیرہن چاک کر ڈالا۔" (کتاب پیدائش ۳۷: ۲۶ تا ۲۹)

بائبل کے مندرجہ بالا حوالے میں جن لوگوں کو "مدیانی سوداگر" کہا گیا ہے ان سے حجاز (عرب) کے اسمٰعیل عرب مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ عبرانی زبان میں اسمٰعیلیوں کو مدیانی کہتے تھے۔ بعض اصحاب "مدیانی" کو "مدین" سے منسوب کرتے ہیں یعنی وہ علاقہ جو سعیر سے بحرِ احمر تک اور شام سے سینا تک پھیلا ہوا ہے۔ مدین کا علاقہ حجاز کہلاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ارض القرآن ج ۲ ص ۴۴ تا ۴۹)

مختصر یہ کہ عرب تاجروں کا ایک قافلہ یمن کے دارالخلافہ صنعا شہر سے مصر جا رہا تھا۔ قافلہ کے اونٹوں پر گرم مصالحہ اور ملبوسات وغیرہ لدا ہوا تھا۔ قافلہ والوں کی نظر جب خوبرو اور خوش اطوار یوسف پر پڑی تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کلام پاک میں آتا ہے کہ وہ بے ساختہ پکار اٹھے۔ "یٰبُشْرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ" یعنی۔ واہ واہ! یہ تو ایک لڑکا نکل آیا۔ (سورۂ یوسف ۱۲: ۱۹)

حضرت یوسفؑ کنوئیں سے باہر

قافلے والے تھے یوسفؑ کو یہاں سے مصر لے گئے اور منہ مانگی قیمت وصول کر لی۔ ان کا خوش قسمت خریدار مصر کا باوقار حاکم تھا۔ اسے فرعون کے دربار میں بڑا مقام حاصل تھا۔ قرآن مجید میں اسے "عزیزِ مصر" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور توراۃ مقدس میں اس کا نام فوطیفار بیان ہوا ہے۔ لکھا ہے:

"مدیانیوں نے اسے مصر میں فوطیفار کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ فرعون کا ایک امیر اور لشکر کا کمانڈر تھا۔" (کتاب پیدائش ۳۷: ۳۶)

یوسف کا خریدار عزیزِ مصر لاولد تھا۔ میاں بیوی دونوں کو بچے کی بے حد خواہش تھی مگر ان کا یہ ارمان پورا نہیں ہو رہا تھا۔ اس حسین و جمیل بچے سے ان کے گھر میں بہار آ گئی۔

عزیزِ مصر (فوطیفار) کی بیوی کا نام نہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ توراۃ میں۔ البتہ اسرائیلی روایات میں وہ زلیخا کے نام سے مشہور ہے۔ یوسفؑ اس کے گھر میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ زلیخا کو ان سے محبت ہو گئی۔ اس نے انہیں اپنے دامِ محبت میں پھنسانا چاہا مگر وہ اس کے دامِ تزویر میں نہ آئے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی کوئی بات انہیں اس طرف مائل نہیں کرتی تو اس نے کمرے کے دروازے بند کر لیے مگر پاکباز یوسفؑ پر اس کا یہ آخری داؤ بھی کارگر نہ ہوا۔ اللہ کریم نے ان کی حفاظت کی اور صاف بچا لیا۔

کنوئیں سے جیل کی کوٹھڑی تک

حضرت یوسفؑ کنوئیں سے ضرور نکل آئے تھے مگر قید و بند کی مزید سختیاں

ابھی ان کے مقدر میں لکھی تھیں۔ ان کی پریشانیوں اور آزمائش کا دورابھی باقی تھا۔ چنانچہ جب زلیخا اپنی کسی تدبیر کے ذریعے انہیں گناہ سے ملوث نہ کرسکی تو اس نے الٹا ان پر دست درازی کا الزام لگا دیا اور دھاندلی سے حضرت یوسفؑ کو جیل میں ڈلوا دیا۔

حضرت یوسفؑ پورے صبر و شکر کے ساتھ ایام اسیری بسر کرتے رہے۔ ان کی پُراثر شخصیت سے قیدی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ ان سے خوابوں کی تعبیریں پوچھتے اور حق و صداقت کا پیغام سنتے۔ اسی دوران بادشاہ نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ کوئی درباری اس کی تعبیر نہ بتلا سکا۔ جیل کے آزاد شدہ ایک قیدی کو حضرت یوسفؑ یاد آگئے۔ وہ ان کی بتلائی ہوئی کتنی ہی تعبیروں کی صداقت آزما چکا تھا۔ اس شخص نے بادشاہ کو یوسفؑ کا پتہ دیا۔

شاہی فرمان جاری ہوا کہ یوسفؑ کو رہا کر کے شاہی دربار میں بلایا جائے مگر انہوں نے جیل سے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا جب تک الزام سے بریت کا اعلان نہ ہوا رہائی کا کیا مطلب؟ لیکن الزام کی بنیاد ہی کیا تھی جس کی تحقیق کی جاتی۔ وہ تو محض دھاندلی تھی یا زیادہ سے زیادہ ملک کی "خاتون اوّل" کی عزت کو بچانے اور اس کی بات کو بالا رکھنے کی تدبیر تھی۔ بہرصورت حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی اور پاکبازی کا اعلان کر دیا گیا اور وہ باعزت جیل سے باہر آگئے۔

اب یوسفؑ دربار کے ایک رکن رکین تھے۔ شاہی خزانے کی کنجیاں ان کی تحویل میں تھیں اور پورے ملک کی معاشی پالیسی ان کے ہاتھ میں تھی۔ ملک میں قحط پڑا تو غلہ کی فروخت اور تقسیم بھی انہی کے سپرد ہوئی۔

کنوئیں میں ڈالنے والے

کنعان میں قحط سے حالات بہت خراب ہو چکے تھے۔ لوگ فاقوں کے باعث بھوکے مر رہے تھے مصر کا غلہ ان سب کی امیدوں کا سہارا تھا۔ یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈالنے والے "برادرانِ یوسفؑ" بھی اس غلہ کی شہرت سُن کر غلہ حاصل کرنے کے لیے چل پڑے۔

آج ان کا بھائی (جسے اپنے خیال میں) وہ ختم کر چکے تھے خزانوں کا مالک تھا اور نادانستہ اس کے سامنے سوالی بن کر آئے تھے۔ اپنی تمام تر ذہانت کے باوجود وہ حضرت یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔ حضرت یوسفؑ نے انہیں پہچان لیا مگر حقیقی بھائی کو درمیان میں نہ پایا۔ یوسفؑ نے اپنے دشمن جان بھائیوں کو خوب خوب غلہ دیا اور ہدایت کی اگر کوئی اور بھائی گھر ہے تو آئندہ اسے بھی ساتھ لانا اور زیادہ غلہ لے گا۔

یہ لوگ گھر لوٹے، باپ کو سارا ماجرا سنایا۔ جو نوازشات ہوئی تھیں انہیں بڑھ چڑھ کر بیان کیا اور چھوٹے بھائی بن یامین کو ساتھ بھیجنے کی درخواست کی۔ اس کی حفاظت کے پختہ وعدے کیے۔ حضرت یعقوبؑ ان پر اعتبار کرنے کو تیار نہ تھے چونکہ بن یامین کے بھائی یوسفؑ کے بارہ میں بھی یہ لوگ ایسے ہی وعدے کر چکے تھے اور پھر کنوئیں میں گرا کر بہانہ بنایا تھا کہ "بھیڑیا کھا گیا"، لیکن قحط کے حالات نے اور کچھ ان کے اصرار نے مجبور کر دیا اور حضرت یعقوبؑ نے اجازت دے دی اس طرح سب گیارہ کے گیارہ بھائی مصر کو چل دیے۔

حضرت یوسفؑ نے پہلے سے زیادہ نوازشات کیں، خوب غلہ دیا مگر ملازمین کو ہدایت کر دی کہ بن یامین کے بورے میں چپکے سے غلے کا پیمانہ چھپا دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

جب یہ لوگ چلنے لگے تو منادی ہوگئی کہ سرکاری پیمانہ گم ہو گیا ہے۔ جس کسی کے پاس پیمانہ ہو وہ واپس کر دے۔ ان سب نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم چور نہیں ہیں کہ ایسا کرتے اور اگر ہم میں سے کسی سے پیمانہ برآمد ہو تو اسے (باقی صفحہ ۲۹ پر)